مسائل علمیہ
دارالافتاء دارالعلوم حقانیہ

بیمۂ زندگی کی شرعی حیثیت

بیمہ کی شرعی حیثیت کے بارہ میں پچھلے دنوں مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہ کراچی کا ماہنامہ "بینات" میں طویل مقالہ آچکا ہے۔ اور "الفرقان" لکھنؤ میں بھی اس پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ کچھ عرصہ قبل اسی قسم کے ایک سوال کا جواب دارالعلوم کے دارالافتاء سے بھی دیا گیا تھا۔ جس سے مسئلہ کے بعض پہلوؤں پر روشنی پڑتی ہے۔ امید ہے اہل علم حضرات اس مسئلہ کی فقہی اور شرعی حیثیت پر اظہار خیال فرمادیں گے تاکہ مسئلہ کی منقحہ تنقیح ہو سکے ۔۔

قاضی انوارالدین غفرلہٗ ۔ دارالافتاء دارالعلوم

سوال ۔۔۔۔ السلام علیکم ۔ مندرجہ ذیل باتوں کے متعلق قرآن وحدیث کے احکام کے مطابق تفصیل سے جواب تحریر فرمادیں مہربانی ہوگی ۔۔۔۔ یہاں پر تمام ملک میں ایسی کمپنیاں ہیں جو کہ آدمی کو انشورنس (بیمہ) کر کے اس سے اپنے قواعد کے مطابق جو خرچ ہوتا ہے وہ لیکر اسکو اس کے بعد اس معینہ مدت کے اندر یہ ذمہ داری لیتے ہیں۔ کہ اگر اس کو کچھ نقصان ہو یا مر جائے تو اس کو ایک اچھی خاصی رقم جتنی کہ اس طرح پالیسی کرتے وقت عائد ہو چکی ہوتی ہے۔ اس کے باقیماندہ وارثوں کو دے دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ یہاں پر کام بھی تب ملتا ہے کہ گورنمنٹ کے قانون کے مطابق پہلے انشورنس کر دیا جائے۔ آپ از راہ کرم اس کے متعلق پوری تفصیل لکھیں کہ اس قسم کی چیزوں سے اسلامی قوانین کی کسی طرح خلاف ورزی ہوتی ہے یا نہیں۔ امید ہے آپ اسکی پوری تحقیق کر کے ہمیں اچھی طرح آگاہ کریں گے۔ ہماری کمیٹی کی طرف سے آپ تمام بزرگوں کو سلام مسنون قبول ہو ۔۔۔۔ منجانب: الحاج حافظ عزیز الرحمٰن صاحب شفیلڈ انگلینڈ ۔۔۔ محمد ن جامع مسجد کمیٹی ۱۲ انڈسٹری روڈ شفیلڈ ۹ یو۔کے۔

الجواب: ۔۔۔۔ ہمارے علم کی حد تک بیمۂ زندگی کی جو کچھ حقیقت ہے وہ یہ ہے۔ کہ یہ

بیمہ اشخاص اور کمپنیوں کے درمیان ایک خاص قسم کا معاملہ اور عقد ہے۔ جس میں افراد اور کمپنیوں کے مابین ان کے قوانین کے تحت حسب ذیل چند امور طے پاتے ہیں ——

۱—— بیمہ دار شخص ایک معیّن مقدار کی رقم (مثلاً ایک ہزار روپیہ) معیّنہ مدت مثلاً ایک سال یا دو سال تک بالاقساط ادا کرتا ہے۔ اور کمپنیاں اس کو معیّنہ منافع سالانہ پیش کرتی ہیں ——

۲—— یہ رقم کمپنیاں جس کام میں چاہیں صرف کر لیتی ہیں خواہ وہ کام جائز ہوں جیسے عمارات وغیرہ۔ یا ناجائز ہوں جیسے سودی لین دین کے معاملات ——

۳—— بیمہ شدہ شخص اگر معیّنہ مدت تک بقید حیات رہے۔ اور پوری معیّن رقم بالاقساط اس نے کمپنی کو ادا کر دی تو وہ کمپنی سے یکمشت یا بالاقساط مجموعہ رقم سے زائد زر بیمہ لینے کا حقدار ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر وہ مقررہ مدت سے پہلے مر جائے تو اس بیمہ کا مستحق اس کے ورثاء میں سے وہ شخص ہوگا۔ جو اس نے نامزد کیا ہو۔

۴—— بالفرض اگر بیمہ دار شخص معیّنہ مدت سے قبل اقساط کی ادائیگی کو بند کر کے عقد بیمہ کو فسخ کرنا چاہے تو جتنی رقم اس نے بالاقساط کمپنی کو ادا کی ہے، اس کی مالک کمپنی ہوگی۔ اور اسکو وہ رقم واپس نہیں ملے گی۔ اگر در حقیقت بیمہ زندگی کی حقیقت یہی ہو جیسا کہ ہمارا خیال ہے۔ تو اس کو ہم مندرجہ ذیل وجوہ کی بناء پر ناجائز اور حرام سمجھتے ہیں ——

وجہ اوّل —— پہلی وجہ یہ ہے کہ اس عقد میں ایک طرف سود پایا جاتا ہے۔ کیونکہ کمپنی اس کو سالانہ معیّنہ منافع پیش کرتی ہے۔ نیز معیّنہ مدت تک زندہ رہنے اور تمام اقساط ادا کرنے کی صورت میں بیمہ دار شخص اقساط کی مجموعہ رقم سے زائد زر بیمہ لینے کا مستحق ہو جاتا ہے۔ اور کمپنی سے وہ اس کو یکمشت بھی لے سکتا ہے اور بالاقساط بھی۔ اور یہ سود کے سوا دوسری کوئی چیز نہیں ہو سکتی ——

وجہ دوم —— دوسری طرف یہ عقد میسر اور قمار (جوا) پر مشتمل ہے۔ کیونکہ اگر بیمہ دار شخص معیّنہ مدت سے پہلے مر جائے تو اس صورت میں ایک خطیر رقم کا مالک وہ شخص بن جاتا ہے جو بیمہ دار شخص نے کمپنی کے سامنے نامزد کیا ہے۔ اور اس میں میسر اور قمار کا معنیٰ پایا جاتا ہے۔ کیونکہ اس میں محض ایک امر اتفاقی کی وجہ سے کثیر رقم نامزد شدہ شخص کی ملک میں آگئی۔ یعنی میسر اور قمار میں آجاتی ہے۔ اور چونکہ اسلامی شریعت نے سود اور

قمار کو قطعی طور پر حرام قرار دیا ہے۔ لہٰذا بیمہ زندگی کا یہ عقد بھی ان دونوں پر مشتمل ہونے کی وجہ سے حرام قرار پائے گا۔ اسی طرح اگر بیمہ دار شخص معینہ مدت سے قبل عقد بیمہ کو فسخ کر کے اقساط کی ادائیگی کو روکنا چاہے تو اس صورت میں کمپنی اس تمام رقم کی مالک قرار پائے گی۔ جو اقساط کی صورت میں اس نے کمپنی کو ادا کی ہے۔ اور یہ بھی قمار ہے ۔۔۔۔

وجہ سوم ۔۔۔۔ عقد بیمہ کے ناجائز اور حرام ہونے کے لئے تیسری وجہ یہ ہے کہ اس میں بیمہ دار شخص کی موت کی صورت میں کمپنی کو اسکی ادا کردہ تمام رقم کا مالک صرف وہ شخص ہوتا ہے۔ جو اس نے نامزد کیا ہے۔ اور باقی تمام ورثاء اس رقم سے یکسر محروم ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ اسلامی قانون وراثت کی رو سے اس رقم میں وہ تمام ورثاء بھی حقدار ہیں جو شرعاً اس کے جائز ورثاء ہوں۔ اس بناء پر اس عقد میں بعض تقادیر پر شرعی قانون وراثت کی صریح طور پر خلاف ورزی بھی پائی جاتی ہے۔ جو یقیناً ناجائز ہے۔

وجہ چہارم ۔۔۔۔ مندرجہ بالا وجوہات کے علاوہ اس عقد بیمہ کے حرام اور ناجائز ہونے کے لئے چوتھی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے۔ کہ اس میں کمپنی کے ساتھ تعاون علی الاثم والعدوان بھی پایا جاتا ہے۔ جو قرآن کریم کی رو سے حرام اور ناجائز ہے ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان کیونکہ کمپنی از روئے قانون اس بات کی پابند نہیں ہے۔ کہ اس رقم کو وہ لازماً جائز اور مباح کاموں میں صرف کرے گی۔ بلکہ وہ اس کو سودی لین دین کے معاملات میں بھی صرف کر سکتی ہے۔

بہر حال شرعی قوانین اور احکام کی روشنی میں بیمہ زندگی کے بارہ میں ہمارا خیال یہ ہے کہ یہ مندرجہ بالا چار وجوہات کی بناء پر جائز عقد نہیں۔ بلکہ حرام ہے ۔۔۔۔

ایک اشکال اور اس کا جواب

ہو سکتا ہے کہ ہمارے مندرجہ بالا معروضات پر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ بیمہ زندگی کا یہ عقد اور معاملہ عقد مضاربت کے ساتھ زیادہ مشابہت رکھتا ہے۔ کیونکہ جیسی طرح مضاربت میں ایک طرف سے سرمایہ ہوتا ہے۔ اور دوسری طرف سے محنت اور منافع رب المال اور مضارب دونوں کے درمیان تقسیم ہوتے ہیں۔ اسی طرح بیمہ زندگی میں بھی بیمہ شدہ شخص کی طرف سے سرمایہ ہوتا ہے۔ اور کمپنی کی طرف سے محنت اور منافع سرمایہ کار اور کمپنی دونوں کے درمیان تقسیم کئے جاتے ہیں۔ تو کیوں نہ ہم

عقدِ بیمہ کو مضاربت کی طرح جائز قرار دیں ـــــ

جواب ـــــ اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ اس میں شک نہیں کہ "بیمہ زندگی" کا معاملہ عقود جدیدہ میں سے ہے اور شریعت میں اس کے متعلق کوئی صریح نص وارد نہیں ہوئی ہے۔ اور اس قسم کے معاملات کے احکام معلوم کرنے کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ ایسے جدید معاملات کو کسی ایسے عقد اور معاملہ سے ملحق کیا جائے جس میں شریعت نے اپنا کوئی منصوص حکم بیان کیا ہو اور جس کے ساتھ یہ جدید قسم کے عقود اور معاملات زیادہ مشابہت رکھتے ہوں۔ اسی طرح منصوص معاملات اور عقود میں سے جو بھی عقد اور معاملہ مل جائے گا۔ جس سے جدید معاملات اور عقود زیادہ مشابہ اور مطابق ہوں تو دونوں پر ایک قسم کا حکم جاری کیا جائے گا۔ مگر یہاں مصیبت یہ ہے کہ بیمۂ زندگی کا الحاق عقد مضاربت سے حسب ذیل چند وجوہ سے صحیح نہیں ہے۔ اگرچہ بظاہر دونوں کے درمیان مشابہت پائی جاتی ہے۔ اور بادی النظر میں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ دونوں ایک نوعیت کے معاملات اور عقود ہیں اور دونوں کا حکم ایک ہونا چاہیئے۔ جن وجوہ سے ہم اس الحاق کو صحیح تسلیم نہیں کرتے ہیں وہ یہ ہیں :ـــــ

۱ـــــ بیمہ اور مضاربت میں کئی بنیادی فرق موجود ہیں۔ جن کے ہوتے ہوئے بیمہ کو مضاربت پر قیاس نہیں کیا جاسکتا ہے۔ مثلاً مضاربت میں شرطِ صحت بالاجماع یہ تسلیم کی گئی ہے۔ کہ اس میں منافع کی تقسیم نسبت کی بنیاد پر ہو اور مضارب و رب المال میں سے کسی ایک کو معیّن منافع نہیں ملے گا۔ بلکہ اسکا اشتراط عقد مضاربت کے لئے مفسد قرار دیا گیا ہے، بخلاف بیمہ کے کہ اس میں سرمایہ کار کو معیّن منافع (مثلاً دس فیصد) سالانہ ملا کرتا ہے۔ اور نسبت کی بنیاد پر منافع کی تقسیم نہیں ہوتی ہے۔ یعنی اس میں مضاربت کی طرح یہ نہیں ہوتا ہے۔ کہ منافع میں سے نصف حصہ یا ثلث یا ربع وغیرہ کسی ایک فریق کو ملے گا۔ اور باقیماندہ منافع دوسرے فریق کو ملے گا۔ اس فرق کو سامنے رکھ کر اصول اجتہاد اور قوانین قیاس اس بات کے متقاضی ہیں کہ بیمہ کو مضاربت پر قیاس کرکے دونوں کا حکم ایک نہ قرار دیا جائے۔

۲ـــــ دوسری وجہ یہ ہے کہ بیمہ اور مضاربت میں ایک دوسرا فرق بھی ایسا پایا جاتا ہے۔ جس کے ہوتے ہوئے بیمہ کو مضاربت پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے۔ وہ فرق یہ ہے کہ

مضاربت میں اگر نقصان واقع ہو تو سرمایہ کار (رب المال) کو وہ نقصان برداشت کرنا پڑتا ہے۔ اور بیمہ میں اس قسم کی کوئی چیز نہیں پائی جاتی ہے۔ یہاں سرمایہ کار کو منافع ہی منافع ملتا ہے۔ اور نقصان سے اس کو کوئی سروکار نہیں ہوتا۔ کمپنی کو اگر کوئی نقصان پیش آجائے تو کمپنی ہی اس کی ذمہ دار ہوگی۔ بیمہ دار شخص پر اسکی کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی ہے۔

۳۔ پھر اس پر مزید یہ کہ مضاربت میں اگر سرمایہ کار کا انتقال ہو جائے تو وارثین کو صرف اتنا ہی سرمایہ مل سکتا ہے۔ جتنا کہ ان کے مورث نے مضارب کے سپرد کیا تھا۔ اور اس سے زائد رقم ہرگز انہیں نہیں مل سکتی۔ برخلاف اس کے بیمہ میں اگر بیمہ دار شخص کا انتقال ہو جائے تو اس کی موت کے بعد جس شخص کو زرِ بیمہ ملنے والا ہے وہ ایک بڑی رقم یعنی زرِ بیمہ کا حقدار قرار دیا جاتا ہے۔ یہ ایک ایسا مخاطرہ ہے جس سے شارع علیہ السلام نے روکا ہے۔ کیونکہ سوائے اتفاقات کے اس کا کوئی اصول اور ضابطہ نہیں ہے۔ کیونکہ بعض اشخاص ایسے نکلیں گے کہ آج انہوں نے بیمہ کرایا اور کل ان کے کسی وارث نے اس خطیر رقم پر قبضہ کر لیا۔ اور بعض ایسے اشخاص ہوں گے۔ جو بیمہ کرانے کے ایک طویل مدت بعد اس رقم پر قبضہ کرنے کے حقدار ہوں گے ۔۔۔۔

۴۔ اس کے علاوہ مضاربت میں اگر سرمایہ کار مر جائے تو مضارب کے پاس اسکی جو رقم ہے وہ تمام وارثین کے مابین شرعی قانونِ وراثت کے مطابق تقسیم ہوگی اس کے برخلاف بیمہ میں اگر بیمہ دار شخص کا انتقال ہو جائے تو زرِ بیمہ کا مستحق صرف وہی شخص ہوتا ہے جو بیمہ دار نے نامزد کیا ہو۔ اور باقی وارثین اس میں اصلاً حقدار نہیں ہوتے ہیں۔ یہ ایک طرف ان پر عظیم ظلم ہے۔ اور دوسری طرف اس میں اسلام کے قانونِ وراثت کی صریح خلاف ورزی پائی جاتی ہے۔ ان جوہری فروق کے ہوتے ہوئے بیمہ کو مضاربت پر قیاس کرنا قیاس باطل ہے۔ اور کوئی عالم اس کے جواز کا قائل نہیں ہو سکتا۔ بالخصوص جبکہ اس میں سود اور قمار بھی پائے جاتے ہیں جو قطعی طور پر حرام ہیں۔ اس کے علاوہ اگر ہم یہ مان بھی لیں۔ کہ اس میں بعض وجوہ ایسے ہیں جو اس کے جواز اور حلّت کے متقاضی ہیں۔ مگر اس سے بھی تو انکار ممکن نہیں ہے۔ کہ اس عقد میں ایسی بھی وجوہ پائی جاتی ہیں۔ جو اس کے عدمِ جواز اور حرمت کے متقاضی ہیں۔ جیسا کہ اوپر بالتفصیل بیان کی گئیں۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے بموجب دع ما یریبك الی مالا یریبك اس عقد سے اجتناب کرنا چاہیے۔ کیونکہ اس میں

(باقی صفحہ ۵۳ پر)